مولانا محمد ایوب جان

علّامہ بنوریؒ: جامع شخصیت

موت العالم موت العالم ایک مشہور مقولہ ہے جو عالم ربانی بھی اس دنیائے فانی سے رخصت ہوا ہے وہ خلا پر نہ ہوسکا‘ اس دور میں حضرت علامہ بنوری قدس سرہ کی شخصیت گوناگوں صفات کی وجہ سے علماء کے لئے مرجع تھی‘ مگر افسوس ہے کہ زندگی کے ایام جلد پورے کرکے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

حضرت بنوری نور اللہ مرقدہ کی ولادت رشکئی اسٹیشن کے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں مہابت آباد ضلع مردان میں ہوئی‘ تاریخ ولادت ۶/ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ ہے‘ ابتدائی کتابیں مولانا عبد اللہ صاحب سے گاؤں ارباب لنڈی پشاور میں پڑھیں‘ اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۳۴۵ھ میں دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے‘ فراغت کے بعد مدرسہ رفیع الاسلام بھانہ ماڑی پشاور میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے‘ کچھ عرصہ کے بعد جب حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو ڈابھیل سے تدریس کی دعوت آئی اور پھر آپ ڈابھیل تشریف لے گئے‘ کچھ عرصہ مجلس علمی کے شعبہ تصنیف وتالیف سے منسلک رہے‘ ڈابھیل سے تشریف لانے کے بعد کچھ عرصہ ٹنڈو الٰہ یار میں علم کی ضیاء پاشی کرتے رہے اور آخر کار بعض مصالح کی وجہ سے کراچی میں مدرسہ عربیہ کی بنیاد ڈالی جو ممتاز خصوصیات کی بناء پر عالم اسلام کے طلباء کے لئے فیض کا سرچشمہ ہے اور حضرت علامہ مرحوم کی طرف سے صدقہ جاریہ ہے‘ حضرت علامہ مرحوم کے جملہ علمی اور عملی کمالات کا احاطہ تو اس مضمون میں بہت مشکل ہے، سردست بعض خصوصیات کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں:

بحیثیت مصنف

حضرت علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ جامع الصفات شخصیت تھی‘ اللہ تعالیٰ نے ان کو گوناگوں صفات سے

موصوف فرمایا تھا، پاکیزہ سیرت، خوبصورتی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کو زبان کی بلاغت وفصاحت بھی اعلیٰ درجے کی عطا فرمائی تھی، مختلف زبانوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ ملکہ عطا فرمایا تھا کہ وہ اپنے مافی الضمیر کا اظہار فرماتے، عربی اور اردو کے علاوہ پشتو و فارسی زبانوں پر اچھا خاصا عبور حاصل تھا، چنانچہ آپ کی تصانیف متعدد زبانوں میں شائع ہوکر اہلِ علم سے خراج حاصل کرچکی ہیں، لیکن خصوصیت کے ساتھ عربی اور اردو تصانیف میں اپنی خداداد ذہانت سے علم کے موتی بکھیرے ہیں، قرآن وحدیث کے معانی ومطالب کو علمی انداز میں عقلی اور نقلی دلائل سے مبرہن کرکے علوم دینیہ کے شائقین کے لئے قلبی اطمینان کا سامنا فراہم کردیا۔

حضرت محدث العصر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری قدس اللہ سرہ العزیز نے ''مشکلات القرآن'' کے نام سے قرآنی مشکلات پر قلم اٹھایا تو حضرت علامہ بنوری رحمۃ اللہ نے ایک شاندار اور جاندار مقدمہ لکھا، جس کا نام ''یتیمة البیان فی شئ من علوم القرآن'' ہے۔ اس کے علاوہ حدیث شریف کی خدمت میں اپنے ہمعصروں میں ممتاز تھے، ترمذی شریف کی شرح عربی زبان میں جس انداز سے لکھی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے علمی اور دینی خدمت خاص طور پر لینا چاہتا تھا، یہ شرح ضخیم چھ جلدوں میں ہے اور اس کا نام ہے ''معارف السنن شرح ترمذی''۔ افسوس ہے کہ عمر نے وفا نہ کی اور یہ نامکمل علمی اور دینی خدمت ہمیشہ علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد دلاتی رہے گی، اسی طرح ''عوارف المنن مقدمہ معارف السنن'' جو غیر مطبوعہ ہے، علمِ حدیث اور حجیتِ حدیث کی بہترین تشریح ہے۔ بعض مسائل پر بھی مستقل تصانیف ہیں، مثلاً: سمت قبلہ کی تحقیق پر ایک رسالہ ''بغیة الاریب فی احکام القبلة والمحاریب'' ہے۔ اور ایک اور کتاب جو اہلِ علم میں مشہور ہے اور عربی میں ہے۔ اپنے شیخ اور محترم استاذ محقق العصر حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری ''نفحة العنبر فی حیات الشیخ الانور'' ہے اور حق یہ ہے کہ عالمِ عرب کو اسی سوانح کی وجہ سے بہت کچھ معلومات حاصل ہوئی ہیں، بہت سی کتابوں پر بہت معیاری اور تحقیقی مقدمات بھی لکھے ہیں، جن سے حضرت مرحوم ومغفور کی ذہنی ذکاوت وفراست کا اظہار ہوتا ہے، مثلاً: فیض الباری پر ایک مبسوط مقدمہ ہے، نصب الرایہ پر بھی ایک تحقیقی مقدمہ ہے جو طالبان حدیث کے لئے نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔ عقیدة الاسلام کا مقدمہ بھی قابلِ دید ہے، علامہ زاہد الکوثری جو ترکی کے مشہور عالم ہیں، ان کے مقالات پر بھی ایک مقدمہ ہے جو کہ بہت ہی پر مغز ہے۔ (۱) پرویزیت، خاکساریت، قادیانیت اور مودودیت پر جو چھوٹے موٹے رسائل اور بینات کے ''بصائر وعبر'' کے مقالات کی اگر تفصیل بیان کی جائے تو اس کے لئے ایک مستقل مقالہ کی ضرورت ہے۔

---

(۱) آخری دور میں آپ نے حضرت شیخ ریحانة العصر مولانا محمد زکریا سہارنپوری ثم مدنی کی دو کتابوں (۱) ''اوجز المسالک شرح موطا امام مالک'' اور (۲) ''لامع الدراری علی صحیح البخاری'' پر بھی گرانقدر مقدمات لکھے۔ نیز حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب خاتم النبیین (مترجم) کا مقدمہ بھی دیکھنے کی چیز ہے۔ (مدیر)

تحریر وتقریر

اگر ایک شخص تدریس وتصنیف میں ماہر ہوتو ضروری نہیں کہ وہ تحریر وتقریر میں بھی خاص مہارت رکھتا ہو یا اگر میدانِ تحریر کا شہسوار ہوتو وہ ایک شعلہ نوا مقرر بھی ہو‘ مگر حضرت علامہ بنوری نور اللہ مرقدہ کو اللہ تعالیٰ نے جامعیت عطا فرمائی تھی‘ وہ اگر ایک طرف بہترین مدرس تھے تو دوسری طرف اعلیٰ درجہ کا تصنیفی سلیقہ بھی رکھتے تھے‘ خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ ایک بہترین مقرر بھی تھے۔

ایک مرتبہ مرحوم نے طالب علمی کے زمانہ میں حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری قدس اللہ سرہ کو عربی میں ایک خط لکھا جس میں آپ کی خدمت میں رہ کر استفادہ کی خواہش ظاہر کی‘ یہ خط اتنا موثر اور ادیبانہ تھا کہ جب حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے وہ خط پڑھا تو مرحوم کو جواب میں فرمایا کہ آپ کو مزید علم (ادب) کی ضرورت نہیں۔

اسی طرح عالمِ عرب کے مشہور مصنف علامہ طنطاوی سے بالمشافہ گفتگو کا واقعہ ہے‘ حضرت مرحوم نے قصد فرمایا کہ علامہ طنطاوی سے بالمشافہ گفتگو کر کے ان کے غلط نظریات سے ان کو آگاہ کیا جائے‘ اس کے لئے مرحوم نے پہلے مکہ معظّمہ حاضر ہو کر غلافِ کعبہ پکڑ کر‘ ملتزم سے لپٹ کر‘ رو رو کر انشراحِ صدر کی دعا مانگی کہ یا اللہ! تیرے قرآن کے بارے میں علامہ طنطاوی سے بات کرنے جارہا ہوں‘ مجھے یہ صلاحیت واستطاعت عطا فرما، وہ اہلِ زبان اور بڑے عالم ہیں، مجھے یہ توفیق دے کہ انہیں صحیح بات سمجھا سکوں۔

چنانچہ حضرت علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے قاہرہ پہنچ کر علامہ طنطاوی سے بات چیت کی اور اپنے تمام اعتراضات جو ان کی تفسیر پر تھے، وارد کئے۔ علامہ طنطاوی اپنے قصورِ فہم کا اعتراف کرتے ہوئے بحث کے دوران کبھی کبھی کانوں پر ہاتھ رکھ کر بہت ہی تعجب کے لہجے میں فرماتے:

”الآن افهم منک معنی هذا الحدیث“

یعنی میں اس وقت آپ سے اس حدیث کا معنی سمجھا ہوں۔ آخر میں میں فرمایا:

”ماانت عالم هندی انما انت ملک نزل من السمآء لاصلاحی“

یعنی تم محض ایک ہندی عالم نہیں ہو‘ بلکہ درحقیقت ایک فرشتہ ہو جو آسمان سے میری اصلاح کے لے اترا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میں ہندوستان کے شاید سب سے بڑے عالم سے محوِ گفتگو ہوں۔

حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ہندوستان میں اتنے بڑے بڑے علماء موجود ہیں کہ میں ان کے پاؤں کی خاک بھی نہیں ہوں‘ ان دنوں مولانا کے کئی اساتذہ بقیدِ حیات تھے اور مولانا کا یہ قول باوجود انکساری کے صحیح بھی تھا‘ حضرت علامہ مرحوم نے عربی میں مقالے لکھ کر علمائے دیوبند کا تعارف مصر میں کرایا‘ چنانچہ مشہور

ترین عالم علامہ زاہد الکوثری نے حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث کی اجازت ڈاک کے ذریعہ ارسال کرنے کی درخواست کی، چنانچہ ان کو سندِ حدیث بھیج دی گئی۔

نثر نگاری کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے علامہ مرحوم کو شعر وسخن کی صلاحیتوں سے بھی نوازا تھا، چنانچہ آپ کا منظوم کلام بھی علمائے کرام کی نظروں میں بہت مقبول رہا، خصوصاً عربی کے وہ مراثی جو بعض اوقات بعض اساتذۂ کرام واحباب کی وفات پر لکھے گئے، چنانچہ علامہ محدث محمد انور شاہ صاحب کشمیری اور شیخ الاسلام حضرت مدنی وغیرہم کے متعلق جو مراثی ہیں وہ باب المراثی کے شاہکار ہیں، لیکن ان سب سے بڑھ کر علامہ موصوف نے جو مدائح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تحریر فرمائے ہیں، وہ تو سن کر انسان آنسو ضبط نہیں کر سکتا، کائنات کے سب سے سچے انسان کی مدح ہو، اور مادح علامہ مرحوم جیسی مخلص شخصیت ہو تو اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں۔

تحریکات

حضرت علامہ مرحوم جب تعلیم سے فارغ ہوئے تو آپ نے کسی کونے میں بیٹھ کر رہبانیت اختیار نہیں کی، بلکہ ایک مجاہد کی طرح زندگی کے میدان میں آئے اور علمی مشاغل کے ساتھ ساتھ وقت کے موجودہ فتنوں سے پنجہ آزمائی کی، بعض فتنوں پر تو ایسی کاری ضرب لگائی کہ وہ فتنے نابدیدہ ہو کر رہ گئے۔

علامہ مرحوم نے پشاور سے تحریکات میں حصہ لیا اور علمائے کرام کے ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب کیا، یہ خطاب عربی نظم میں تھا، جس میں علمائے کرام کو ان کے فرائض یاد دلائے گئے تھے اور غفلت سے جھنجھوڑ کر ان کو اپنا فرض منصبی پورا کرنے کے لئے پکارا گیا تھا، یہ خطاب بہت موثر تھا، چنانچہ علمائے کرام میں ایک تحریک پیدا ہوئی، نظامت کے لئے مولانا محمد اسرائیل صاحب چارسدہ اتمانزئی اور حضرت مرحوم میں مقابلہ ہوا، اور بھاری اکثریت سے حضرت علامہ مرحوم ناظم مقرر ہوئے۔

اسی طرح جمعیت علمائے سرحد ایک تحریک کی شکل میں کام کرتی رہی، ان ہی دنوں میں ایک فتنہ اٹھا جو اپنی عسکری تنظیم کی وجہ سے لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرا رہا تھا، مگر لوگ ان کے عقائد اور صحیح خدوخال سے واقف نہ تھے، جمعیت علماء نے لوگوں کے سامنے اس فتنہ کی نقاب کشائی کی، جب خاکسار کوہاٹ میں جمع ہوئے تو علماء بھی کوہاٹ میں جمع ہو گئے اور لوگوں کو ان کے عقائد سے آگاہ کیا، چنانچہ اس وقت علمائے کرام کی کوششوں سے بہت سے لوگ تائب ہو گئے، جس وقت خاکساروں نے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے یہ کہنا شروع کیا کہ مشرقی کو علامہ کا خطاب علمائے ازہر نے دیا ہے تو حضرت علامہ مرحوم نے ایک استفتاء مرتب کیا، یہ استفتاء تذکرہ مشرقی کو سامنے رکھ کر مرتب کیا گیا، اس وقت علامہ مرحوم مصر میں موجود تھے، علمائے جامع ازہر کے پاس بھیجا، انہوں نے جواباً

فرمایا کہ: ایسے عقائد رکھنے والا شخص علامہ فی الکفر ہے‘ چنانچہ یہ فتویٰ کتاب کی شکل میں شائع کیا گیا‘ ایک طرف عربی عبارت ہے اور دوسری طرف اردو ترجمہ ہے۔ اس رسالے کی اشاعت سے بہت فائدہ ہوا۔

جب صدر محمد ایوب خان کے زمانہ میں اسلام کا جدید ایڈیشن تیار کرنے کی مذموم کوشش کی گئی تو حضرت علامہ مرحوم ڈٹ کر اس کے مقابلہ کے لئے سینہ سپر ہوگئے‘ اس سے قبل جب پرویزی فتنہ پر پُرزے نکال رہا تھا اور لادینی طبقہ اس کو لاء کمیشن میں اپنا نمائندہ چن چکا تھا تو حضرت علامہ مرحوم نے ایک مستقل فتویٰ مرتب کیا اور دستخط کے آدمی کو تمام علمائے کرام کے پاس اپنے خرچ سے بھیجا اور اسی طرح ایک آدمی مشرقی پاکستان کے علمائے کرام کے پاس بھیجا، چنانچہ جب تمام علمائے کرام کے دستخط ہوگئے تو اس کو کتابی شکل میں شائع کردیا کہ پرویز کافر ہے‘ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لادینی عناصر کے حوصلے پست ہوگئے اور پرویز کے متعلق لوگوں کے تمام شکوک و شبہات دور ہوگئے اور پھر ڈاکٹر فضل الرحمن ایڈیشن کا جو حال ہوا وہ تو سب کو معلوم ہے۔

زندگی کے آخری دنوں میں حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ العزیز نے جو آخری تقریر دیو بند کی جامع مسجد میں فرمائی تھی، اس وقت حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب بیمار تھے‘ پالکی میں جامع مسجد تک لائے گئے اور شاگردوں نے اٹھا کر منبر پر بٹھایا‘ میں اس وقت موجود تھا‘ دورۂ حدیث کا طالب علم تھا۔ حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ: میری وصیت ہے کہ میرے تمام شاگرد فتنہ قادیانیت کا مقابلہ کریں اور اس فتنہ کو بیخ و بن سے اکھیڑ دیں۔ حضرت انور شاہ صاحب کی یہ تقریر چھپی ہوئی ہے۔

زمانہ گزرتا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شاہ صاحب کی وصیت اس شکل میں پوری فرمائی کہ ایک عرصہ سے حضرت علامہ مرحوم کے دل میں یہ تڑپ تھی کہ ختم نبوت کے ڈاکوؤں کا تعاقب کیا جائے اور یہ تعاقب اتنا شدید ہو کہ یہ فتنہ اپنی موت آپ مرجائے‘ چنانچہ مختلف مقامات پر علمائے کرام کی میٹنگیں ہوتی رہیں‘ آپ ختم نبوت کے صدر تھے‘ اس کے بعد مختلف مکاتبِ فکر نے آپ کو مجلسِ عمل کا صدر منتخب کیا‘ اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا فرمائے کہ تمام علمائے کرام ایک خاص جذبہ کے ساتھ جمع ہوئے اور یہ حضرت علامہ مرحوم کی کرامت تھی کہ بالاتفاق حضرت علامہ مرحوم مجلسِ عمل کے صدر منتخب ہوئے۔

حکومت جو بار بار کہتی تھی کہ یہ مسئلہ نوے سالہ پرانا ہے، اس کو حل کرنا ایسا آسان نہیں ہے‘ مگر علمائے کرام کا اسلامی جذبہ اور حضرت علامہ مرحوم کی کرامت تھی کہ مختلف طبقات: شیعہ، سنی، اہلِ حدیث کا تعاون حضرت علامہ مرحوم کو حاصل رہا۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت کو مجبوراً جھکنا پڑا اور تمام مسلمانوں کا یہ متفقہ مطالبہ کہ: ’’قادیانی مسلمان نہیں ہیں‘ ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔‘‘ پورا ہوگیا۔ جب یہ مطالبہ پیش کیا جارہا تھا تو اس وقت شاہی مسجد لاہور میں کئی لاکھ مسلمانوں کا اجتماعِ عظیم‘ حضرت علامہ بنوری نور اللہ مرقدہ کی صدارت میں ہوا۔

تدریس

حضرت علامہ بنوری مرحوم ومغفور نے فراغت کے بعد تدریس کا آغاز پشاور سے کیا' مختلف فنون کی کتابیں پڑھائیں'اس کے بعد ڈابھیل تشریف لے گئے' حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد خصوصی ہونے کی وجہ سے زیادہ رجحان حدیث شریف کی طرف رہا' چنانچہ وہاں اکثر حدیث شریف کی کتابیں پڑھاتے رہے'اس کے بعد جب پاکستان تشریف لائے تو ٹنڈوالہ یار میں تدریس شروع کی' پھر بعض مصالح کی وجہ سے کراچی میں ایک ایسے جامعہ کی بنیاد ڈالی جو اس وقت ماشاء اللہ عالم اسلام میں اپنی منفرد خصوصیات کی وجہ سے مشہور ومعروف ہے۔ حضرت مرحوم کا انداز تدریس بہت عام فہم تھا' عقلی استدلال کے ساتھ ساتھ نقلی دلائل کا انبار لگاتے' بعض طلباء طویل تقریر پسند کرتے ہیں اور بعض اختصار کو پسند کرتے ہیں۔ حضرت مرحوم کی تقریر سے سب طلباء مطمئن ہوجاتے۔ بخاری شریف کے ابواب وتراجم کے بعض مشکلات سے علماء آگاہ ہیں' اس میں جو علمی تاویلات وتوجیہات ہیں' علماء سے مخفی نہیں ہیں' حضرت علامہ مرحوم کی بعض' بالخصوص علمی توجیہات پڑھنے کے بعد ایک روحانی کیفیت حاصل ہوتی ہے۔

شجرۂ نسب

حضرت علامہ مرحوم نجیب الطرفین سید خاندان کے چشم وچراغ تھے' سلسلہ نسب حضرت آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ تک جا پہنچتا ہے اور ان کے آگے سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے جو حسبِ ذیل شجرہ کے مطابق تحریری طور پر موجود ہے:

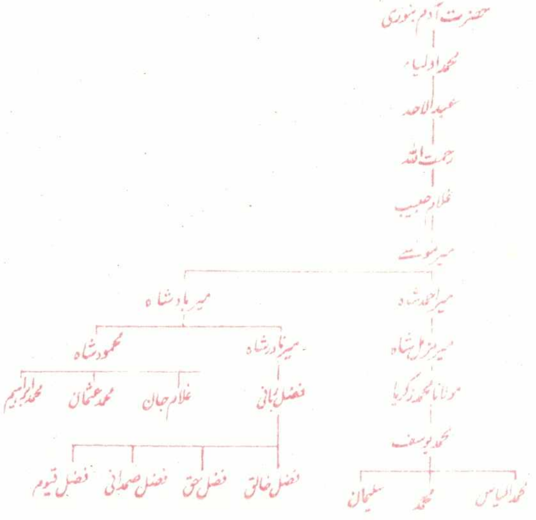

نوٹ :ا......الحاج مولانا محمد ابراہیم صاحب اپنے وقت کے بڑے عابد وزاہد انسان تھے‘ علوم ظاہری کی تحصیل علاقہ چھچھ میں کی اور طریقت کے سلسلہ میں مولانا نجم الدین صاحب مشہور بہ ہڈہ مولا صاحب سے منسلک تھے۔ علوم ظاہری کے بعد مخلوقِ خدا کی تربیت میں لگے ہوئے تھے‘ ذکر وتلقین کرتے تھے‘ عام لوگوں کے علاوہ طلباء اور علماء کے ساتھ بہت محبت کا برتاؤ فرماتے تھے۔ علاقہ خیبر ایجنسی لنڈی کوتل میں ان کا مزار زیارت گاہ عوام وخواص ہے‘ آپ نے تجرد کی زندگی گزاری‘ شادی نہیں کی اور عمر بھر عبادت وریاضت میں لگے رہے اور اسی حال میں محبوبِ حقیقی سے جاملے۔ ان کے بڑے بھائی صاحبزادہ محمد عثمان صاحب بہت جلیل القدر عالم تھے‘ انگریزوں سے لڑائی کے دوران ان کا کتب خانہ جل گیا اور قیمتی کتب ضائع ہوگئی تھیں۔

نوٹ :۲...... صاحبزادہ مولانا فضل صمدانی جید عالم تھے (جو حضرت مولانا بنوری نوراللہ مرقدہ کے ماموں اور ابتدائی کتب کے استاذ تھے) تحصیلِ علم کے بعد ان کو شوق ہوا کہ ایک دینی مدرسہ کی بنیاد ڈالیں تاکہ طلباء دینی علوم سے سیراب ہوں‘ چنانچہ ۱۳۴۱ھ میں انہوں نے ”مدرسہ رفیع الاسلام“ کی بنیاد بھانہ ماڑی پشاور میں ڈالی‘ جس میں دورۂ حدیث شریف کے علاوہ باقی فنون کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں‘ یہاں کے جو طلباء دیوبند میں علم حاصل کرنے جاتے وہ اچھے نمبروں سے کامیاب ہوجاتے تھے۔ یہ مدرسہ ۱۳۴۱ھ سے دینی علوم کی خدمت سرانجام دیتا رہا‘ اس کی شکل یہ ہوئی کہ مولانا فضل صمدانی صاحب کے بڑے بھائی صاحبزادہ فضل خالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جو مولانا بنوری علیہ الرحمۃ کے سب سے بڑے ماموں اور مشفق تھے) چونکہ تجارت کرتے تھے اور اپنے خاندان میں سب سے بڑے تھے اور مرجع بھی تھے، اس کے علاوہ بڑے بڑے لوگوں سے وسیع تعلقات قائم تھے‘ ان کی سعی وکاوش کی وجہ سے مدرسہ بخیر وخوبی اپنا فریضہ سرانجام دیتا رہا‘ صاحبزادہ فضل خالق صاحب کی وفات پر آبائی قبرستان میں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے ان کی قبر کے لئے الگ ایک وسیع قطع اراضی مخصوص کرلیا گیا۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مرحوم ومغفور نے ارادہ کیا تھا کہ وہ اپنے مشفق ماموں صاحبزادہ فضل خالق صاحب علیہ الرحمۃ کی سوانح عمری لکھیں گے‘ چنانچہ کچھ غیر مطبوعہ صفحات اب بھی موجود ہیں۔ حضرت علامہ مرحوم نے پہلا جملہ یہ لکھا تھا کہ:

”چونکہ ماموں صاحبزادہ فضل خالق صاحب مرحوم جس طرح اپنے خاندان کے مرجع تھے اور زندگی میں ہم سب اکٹھے ہوتے تھے‘ اب ان کی وفات کے بعد قبرستان میں بھی ہم لوگ ان کے ساتھ جمع ہوں گے۔“

نوٹ :۳......حضرت مولانا بنوری قدس اللہ سرہ کے والد محترم ایک ذہین اور جید عالم تھے‘ علومِ ظاہری کے علاوہ کافی عرصہ ریاضت میں گزار کر تزکیۂ نفس کرتے رہے‘ مختلف مسائل پر ان کی مختصر مگر لطیف کتب موجود ہیں‘ چنانچہ روح، معجزات، رویاء وغیرہ پر مطبوعہ اور غیر مطبوعہ رسائل موجود ہیں‘ تعبیر رؤیا اور علم طب میں خصوصی

مہارت حاصل تھی۔

سلسلۂ بیعت

اسلام میں ایمان کے بعد عمل صالح کی اہمیت واضح ہے، عملِ صالح اور رضائے الٰہی اگر سنت کے مطابق طبیعت ثانیہ بن جائے تو اس کو حدیث رسول اللہ ﷺ کے مطابق احسان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مشہور سلاسل چار ہیں۔ حضرت بنوری نور اللہ مرقدہ کا سلسلۂ بیعت حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے، مدینہ منورہ میں حضرت حاجی صاحب کے خلیفۂ مجاز حاجی شفیع الدین صاحب نگینوی رہتے تھے، حضرت علامہ حج کے لئے تشریف لے گئے تو ان سے بیعت کی، واپسی پر حضرت حاجی شفیع الدین صاحب نگینوی رحمۃ اللہ علیہ نے یا حضرت علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے ازخود اپنا رجحان شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کی طرف ظاہر فرمایا، چنانچہ علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ نے آپ کا تعلق سلوک وتربیت شیخ الاسلام حضرت مدنی نوراللہ مرقدہ سے قائم فرمایا، لیکن جب علامہ بنوری ہندوستان واپس آئے تو حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہلے تھانہ بھون حاضر ہوئے، حضرت تھانویؒ آپ کی گفتگو سے بہت متاثر ہوئے، کچھ عرصہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے خط وکتابت بھی رہی اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا بنوری کو مجازِ صحبت بھی قرار دیا۔

میرا معمول تھا کہ فراغت کے بعد ہر سال شعبان میں دیوبند جایا کرتا تھا اور ختم بخاری شریف کے بعد واپس پشاور آتا، حضرت علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ مصر سے آچکے تھے کہ میں نے شعبان میں دیوبند جانے کا ارادہ کیا تو ایک خط حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیعت کے لئے مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے لکھ کر دیا اور مجھ سے فرمائش کی کہ میں یہ عریضہ شیخ الاسلام حضرت مدنی کی خدمت میں پیش کروں اور اس کا جواب جو حضرت عنایت فرمائیں، ساتھ لاؤں۔

چنانچہ میں دیوبند پہنچا اور حضرت علامہ بنوری کا خط شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں پیش کیا، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ان کی بیعت تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے، میں انہیں کیسے بیعت کرسکتا ہوں، لیکن میں نے تفصیل سے وضاحت کی کہ حضرت مولانا شفیع الدین صاحب نگینوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت کے بعد تربیت وسلوک کا تعلق آپ کے سپرد فرمایا ہے اور حضرت بنوری رحمۃ اللہ نے بھی اپنا رجحان آپ کی طرف ظاہر فرمایا ہے، اصل حقیقت کی وضاحت اور خود علامہ بنوری کے رجحان کے اظہار کے بعد فرمایا کہ: جب فرصت ہو تو جواب کے لئے یاد کرادیں۔ حضرت ان دنوں دن رات بخاری شریف

کے درس میں مشغول رہا کرتے تھے۔

چنانچہ ۲۹ شعبان ۱۳۵۹ھ کو رات کے ڈھائی بجے بخاری شریف ختم ہوئی اور حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت سلہٹ جانے کے لئے رختِ سفر باندھا، میں ان کے ساتھ سہارنپور گیا اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو خط کا یاد دلایا، تو آپ نے پلیٹ فارم پر جواب تحریر فرما کر میرے حوالے کر دیا اور میں نے علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو واپس آ کر پہنچا دیا، یہ خط پہلے بھی ''بینات'' میں شائع ہو چکا ہے۔ مگر ہم تبرک کے طور پر دوبارہ ناظرین کے لئے درج کرتے ہیں:

نقل مکتوب حضرت شیخ الاسلام
مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ علامہ بنوری قدس سرہ کے نام

محترم المقام زید مجدکم،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

''دووالا نامے باعثِ سرفرازی ہوئے۔ میرا عرض کرنا صرف اس وجہ سے تھا کہ مثل مشہور ہے ''خاک ہم از تودۂ بزرگ بگیر'' اور یہ نہایت اعلیٰ درجہ کی چیز ہے۔ حضرت تھانوی مدظلہم کا عظیم الشان مرتبہ تصوف اور علوم میں معلوم ہے، ان کی موجودگی میں ہم جیسے ٹٹ پونجیوں کی طرف رجوع کرنا سخت غیر موزوں امر ہے، آپ جب کہ مولانا کی بارگاہ میں رسوخ رکھتے ہیں تو کیوں نہ وہاں سے ہی اغتراف فرمائیں۔ مولانا محمد شفیع الدین صاحب (مرحوم) کے پاس سے آئے ہوئے جناب کو عرصہ گزر گیا اور غالباً اس کے بعد دو تین دفعہ زیارت کی بھی نوبت آئی ہے، مگر کبھی تذکرہ تک نہ آیا تھا، بہر حال اگر جناب کو مجھ نالائق اور ننگِ اسلاف سے حسنِ ظن ہے، اگرچہ وہ غیر واقعی ہی ہے، میں اپنی استطاعت اور لنگڑی قابلیت کے ساتھ خدمت کے لئے حاضر ہوں، حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کو حضرت سید آدم بنوری قدس اللہ سرہ العزیز سے بہت زیادہ مناسبت تھی اور سلوک میں انہی کے طریقہ کو زیادہ پسند فرماتے تھے، اگرچہ مبتدی کے لئے چشتیہ کے اذکار و اعمال کو زیادہ تر مفید فرماتے تھے، مگر انتہاء میں حضرت سید صاحب ہی کا طریقہ ان کو پسندیدہ تھا، بہر حال عمدہ صورت تو یہ ہوتی کہ آنجناب سے بالمشافہ گفتگو ہوتی، مگر اب اس وقت اس کا موقع نہیں ہے، آپ روزانہ ذکر قلبی اسم ذات کا پانچ ہزار کر لیا کریں۔ یعنی قلب کی طرف جو بائیں پستان سے چار انگل نیچے ہے، توجہ فرما کر یہ خیال باندھیں کہ قلب سے لفظ اللہ نکلتا ہے، اور حسبِ قاعدہ: ''من احب شیئًا اکثر ذکرہ'' قلب نہایت بے چینی سے اور محبت سے اس محبوب حقیقی کا نام لیتا ہے۔ یہ ذکر باوضو قبلہ رو ہونا چاہئے، یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ مقدار ایک ہی مجلس میں ہو، جس طرح آسانی ہو، خواہ ایک مجلس میں یا متعدد مجالس میں کریں، اگر آخر شب میں ہو تو بہت بہتر ہے، مگر لازم نہیں ہے، جس وقت

بھی آسانی سے ہو سکے' البتہ اس وقت معدہ پر نہ ہونا چاہئے اور یہ مقدار روزانہ پوری ہونی چاہئے اور اس سے زائد جس قدر بھی آپ چلتے پھرتے ، اٹھتے بیٹھتے میں ، باوضو بے وضو کر سکیں ، اس میں کمی نہ کیجئے' اس قدر توغل کیجئے کہ طبیعت ثانیہ ہو جائے ، باوضو ہمیشہ رہنا اس کے لئے مفید تر ہے' آئندہ بوقت ملاقات عرض کروں گا' اگر خواب وغیرہ کوئی چیز معلوم ہو تو لوگوں سے تذکرہ نہ کریں' عواتِ صالحہ سے اس روسیاہ کو فراموش نہ فرمائیں''۔

والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

۳۰ شعبان ۱۳۵۹ھ

تاریخ ہائے وصال

آخر میں چند تاریخ ہائے وصال درج ہیں:

امام الوقت مولانا محمد یوسف بنوری رحم اللہ	زبدۂ عباد بنوری عطر اللہ عز وجل مثواہ
۱۳ ۹۷	۱۳ ۹۷
زبدۂ مقربان مولانا محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ	پاک ادا مولانا محمد یوسف بنوری رحلت نمود
۱۳ ۹۷	۱۳ ۹۷

......☆......☆......☆......

''آج ہمیں دوٹوک فیصلہ کر لینا چاہئے ۔ اگر ہمیں ایک باحمیت ، باغیرت ، باضمیر اور بامقصد قوم کی حیثیت سے زندہ رہنا ہے ، ملک کو داخلی سازشوں سے اور استعماری یورشوں سے بچانا ہے تو ہمیں نئے عزم ، نئے یقین ، پورے اخلاص اور امانت داری سے اسلام قبول کرنا اور اسے زندگی کے تمام شعبوں میں نافذ کرنے کا نئے سرے سے عہد کرنا ہوگا ۔ ورنہ اگر ہماری بدعملی ، نفاق ورزی اور سیاست بازی کا رنگ ڈھنگ یہی رہا تو ہمیں اس سے بھی زیادہ خطرات پیش آسکتے ہیں ۔''

(بصائر وعبر ، ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ)